قرآن میں نسخ

علامہ شیخ محسن علی نجفی

قرآن انسان سازی کا ایک دستور ہے اور یہ قانون فطرت ہے کہ ارتقاء و تکامل دفعتہً نہیں بلکہ تدریجاً ہوا کرتا ہے لہذا قوانین واحکام قرآن میں بھی تدریج و تغیر ضروری تھا خصوصاً اس انقلابی اصلاح کا آغاز جس قوم سے کیا جارہا تھا وہ جاہلیت و وحشت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس لئے تشریع اسلامی میں نسخ کا ہونا لازمی اور ضروری تھا کیونکہ ایک متوحش اور غیر مہذب قوم کی اصلاح دفعتہً نہیں ہو سکتی تھی۔

نسخ کی تعریف :

"شریعت مقدسہ میں ایک ثابت حکم کو دوسرے حکم کے ذریعہ اٹھالینا"۔ اسکی مزید وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالی ایک خاص حکم کو کسی مصلحت کے تحت مقررہ مدت کے لئے نافذ فرماتا ہے۔ مگر از راہ مصلحت و حکمت اس امر کا اظہار نہیں کرتا کہ یہ حکم ایک خاص معینہ مدت کے لئے محدود ہے۔ اور نسخ کے ذریعے یہ بتایا جاتا ہے کہ اس حکم کی مدت ختم ہو گئی۔

لہذا نسخ میں صرف ایک نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ یہ حکم صرف ایک خاص مدت کے لئے محدود ہے اور اس نہ بتانے میں بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اس نہ بتانے کی وجہ سے اس حکم کے دائمی ہونے کا جو تصور لوگوں کے ذہن میں قائم ہوتا ہے حقیقت میں اس تصور کا نسخ ہے نہ کہ حکم واقعی کا نسخ۔ پس نسخ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کا نظریہ بدل گیا ہے۔

بداء :

جیسا کہ نسخ میں بیان کیا گیا ہے کہ حکم شرعی پہلے ہی سے اللہ کے نزدیک ایک خاص وقت کے لئے مخصوص تھا لیکن کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کا اظہار نہیں ہوا تھا بعد میں نسخ کے ذریعے اظہار ہوا تو لوگوں کے تصور کے مطابق سابقہ حکم اٹھالیا گیا۔ بالکل اسی طرح "بداء" بھی یہی ہے کہ اللہ تعالی کا فیصلہ پہلے سے طے ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ کا اظہار نہیں کیا جاتا تو لوگوں کے ذہن میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ ہمیشہ کے لئے ہے بعد میں جب اللہ تعالی پہلے سے طے شدہ فیصلے کا اظہار فرماتا ہے تو لوگوں کو "بداء" یعنی تبدیلی معلوم ہوتی ہے لہذا بداء کسی امر کے

بارے میں لوگوں کے تصور کی تبدیلی ہے نہ کہ واقعی حکم اور فیصلے کی تبدیلی۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

مابداء اللّٰہ فی شئی الاکان فی علمه قبل ان یبدوله۔(۱)

اللہ کو کسی شے کے بارے میں بداء نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے۔

پس بداء کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کا نظریہ بدل گیا ہے۔ بداء اور نسخ میں فرق صرف یہ ہے کہ "نسخ" تشریعی امور میں ہوتا ہے اور "بداء" تکوینی امور میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یَمْحُو اللّٰہ مَایَشَآء وَیُثبت وعِندہ امُّ الکِتاب۔(۲)

اللہ جس امر کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے بر قرار رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے

عقیدۂ بداء سے اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت کی نسبت لازم نہیں آتی، بلکہ بداء کا مطلب یہ ہے کہ ہر شئی اللہ کے قبضئہ قدرت میں ہے وہ جیسے چاہتا ہے کائنات میں تصرف کرتا ہے۔

یہ یہود کا عقیدہ ہے کہ اللہ بے بس ہے۔ روز ازل اس نے جو فیصلہ کر دیا ہے اس کو نہ بدل سکتا ہے نہ اس میں تبدیلی لا سکتا ہے یعنی قضاو قدر کے ذریعے روز ازل جو فیصلہ کر دیا ہے اس فیصلہ کے خلاف اور کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہود کے اس باطل نظریے کو قرآن نے رد کیا ہے :

وَقَالَتِ الیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوابما قَالُوا بَلْ یداہ مَبْسُوطَتان یُنْفِقُ کَیفَ یشآءُ (۳)

یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے ہاتھ تو ان کے بندھے ہوئے ہیں اور ایسا کہنے سے یہ ملعون ہو گئے ہیں۔ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

عقیدۂ بداء سے ہی انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے کہ وہی عطاو بخشش کرنے والا ہے۔ انسان دست سوال دراز کرتا ہے کہ وہ کریم ہے اور پھر اپنی پوری زندگی میں ذات الٰہی سے وابستگی اختیار کرتا ہے اس طرح ایک پر امید زندگی بسر کرتا ہے۔

اگر عقیدۂ بداء نہ ہو اور انسان یہ سمجھے کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہی ہو کر رہے گا اور انسان کچھ نہیں جانتا کہ اسکی تقدیر میں کیا لکھا ہے تو وہ یاس و نومیدی میں مبتلا رہے گا اور پھر اللہ کی بارگاہ میں تضرع اور انکساری کے ساتھ رجوع نہیں کرے گا۔ اسی طرح دعاو صدقات کا فلسفہ بھی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

عقیدۂ بداء سے علمِ خدا اور علمِ بشر کا فرق بھی سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالی تو ازل سے ہر چیز کو جانتا ہے لیکن بشر کو معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کی مشیت کیا ہے۔ اسلئے بندہ ہمیشہ مشیت الٰہی کا طالب ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ معصوم ارشاد فرماتے ہیں :

ماعبد اللّٰہ عزوجل بشئی مثل البداء۔(٤)

اللہ کی پرستش کے لئے بداء سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ لفظ "بداء" صحیح بخاری میں بھی وارد ہوا ہے۔ ابوھریرہ راوی ہیں :

سمع رسول اللّٰہ یقول: ان ثلاثة فی بنی اسرائیل ابرص واقرع واعمی بدا للّٰہان یبتلیهم فبعث اللّٰہ الیهم ملکاً۔(٥)

انہوں نے رسول کریم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص ایسے تھے جن میں ایک مبروص دوسرا اندھا اور تیسرا کوڑھی تھا۔ اللہ تعالی کو بداء ہوا کہ ان کا امتحان لیا جائے چنانچہ اس نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔

صحیح ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے :

قالَ رسول اللّٰہ : لا یرد القضاء الاالدعاء ولا یزید فی العمر الا البر۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ قضائے الٰہی کو صرف دعا روک سکتی ہے اور نیکی ہی سے عمر دراز ہوتی ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمی خوئی دام ظلہ بداء کی تشریح و توضیح کے بعد فرماتے ہیں :

وانهم نسبوا الی الشیعة ماهم براءٌ منه، وانهم لم یحسنوا فی الفهم ولم یحسنوا فی النقد، ولیتهم اذلم یعرفوا تثبتوا او توقفوا کما تفرضه الامانة فی النقل وکماتقتضیه الحیطة فی الحکم والورع فی الدین۔(٦)

ان لوگوں نے شیعوں کی طرف اس چیز کی نسبت دی ہے جس سے وہ بری الذمہ ہیں۔ ان لوگوں نے نہ تو درست سمجھنے کی کوشش کی اور نہ تنقید کا صحیح اصول اپنایا۔ کاش مطلب واضح نہ ہو سکنے پر یہ لوگ تحقیق سے کام لیتے یا کچھ توقف کرتے (تاکہ حق انپر واضح ہو جائے) پھر کسی کا عقیدہ و نظریہ بیان کرنے میں امانت فی النقل کا تقاضا بھی یہی تھا اور یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے آگاہی حاصل کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا چاہئے (مگر ان لوگوں نے بہتان طرازی میں جلدبازی سے کام لیا)۔

اقسام نسخ:

علمائے اہل سنت نے نسخ قرآن کی چند قسمیں بتائی ہیں ذیل میں ہم ان اقسام کا ذکر کریں گے اور ساتھ امامیہ کا نقطہ نظر بھی بیان کریں گے۔

ا۔ نسخ الحکم والتلاوۃ:

یعنی قرآن کی آیت کو بھی اٹھالیا گیا اور حکم کو بھی بایں معنی کہ بعض آیتیں قرآن کا حصہ تھیں اور مسلمان ان آیتوں کو بطور قرآن تلاوت کیا کرتے تھے۔ نیز ان میں ایک شرعی حکم بھی موجود تھا لیکن بعد میں ان آیتوں کو قرآن سے حذف کر دیا گیا اور حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

> اما نسخ الحکم و التلاوۃ جمیعاً فقداجمع علیه القائلون بالنسخ من المسلمین۔(۷)
>
> جہاں تک حکم و تلاوت کے نسخ کا مسئلہ ہے تو مسلمانوں میں سے جو لوگ نسخ کے قائل ہیں ان سب نے اس مسئلے میں اجماع کیا ہے۔

امامیہ کے نزدیک اس قسم کا نسخ باطل ہے اور کتاب خدا اس سے بالاتر ہے کہ اسکی بعض آیتوں کو قرآن کا حصہ قرار دینے کے بعد حذف کر دیا جائے یا اٹھالیا جائے۔ امامیہ کے نزدیک صرف وہ آیتیں قرآن کا حصہ ہیں جو تواتر سے ثابت ہوں۔

علمائے اہل سنت اس قسم کی کچھ آیتوں کو بھی قرآن کا حصہ مانتے ہیں جو غیر متواتر احاد روایتوں کے ذریعے منقول ہیں۔ پھر ان آیتوں کو موجودہ قرآن میں نہیں پاتے ہیں تو نسخ تلاوت کا نظریہ قائم کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے قائم کرتے ہیں کہ یہ روایتیں کتب صحاح میں موجود ہیں جنھیں قبول کرنا اہلسنت نے اپنے مذہب میں لازمی قرار دے رکھا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح ترمذی میں یہ روایت درج ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا:

> کان فیما انزل من القرآن "عشر رضعات معلومات یحرمن" ثم نسخن بخمس معلومات و توفی رسول اللّٰه و ھن فیما یقرأ من القرآن۔
>
> قرآن میں یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی کہ "واضح طور پر دس مرتبہ دودھ پلانے والی حرام ہو جاتی ہے۔" پھر یہ آیت پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے حکم سے منسوخ ہو گئی حالانکہ رسول کریمؐ اپنی وفات کے وقت تک اس آیت کو قرآن میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اس روایت سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت رسول خدا کی وفات تک قرآن میں موجود تھی اور آپؐ کی

وفات کے بعد ہی قرآن سے حذف کر دی گئی اور ایسا غالباً حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ہوا جیسا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی مقدمہ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں :

نعم اسقط زمن الصديق مالم يتواتر ونسخت تلاوته۔

ہاں حضرت صدیق کے زمانے میں ان آیتوں کو حذف کر دیا گیا جو غیر متواتر تھیں

اور انکی تلاوت بھی [illegible] گئی۔

امامیہ کے نزدیک یہ قرآن کی عظمت کے خلاف بڑی جسارت ہے اور اس نظریہ سے تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ عصر رسالت کے بعد قرآن کا کچھ حصہ اس میں سے حذف کر دیا گیا۔

امامیہ کے نزدیک قرآن عصر رسالت میں مدون تھا۔ اور ہر سال قرآن کی باز خوانی ہوتی تھی اور رسول خدا کی وفات کے بعد کوئی آیت حذف نہیں کی گئی جبکہ یہ خدا کا وعدہ بھی ہے کہ قرآن کے ساتھ کوئی دست درازی نہیں ہو سکتی۔

صرف امامیہ ہی نہیں بلکہ خود اہلسنت کے ایک معتدبہ گروہ نے اس نظریہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ عظمت قرآن کے منافی ہے اور اس سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ نسخ تلاوت :

یعنی قرآن سے آیت کو اٹھا لیا جاتا ہے مگر حکم باقی رکھا جاتا ہے۔ اس قسم کے نسخ کو بھی علمائے امامیہ نے اجماعی طور پر مسترد کیا ہے۔ علمائے امامیہ کا نظریہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ قرآن صرف تواتر کے ذریعہ ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ خبر واحد سے چونکہ قرآن ثابت ہی نہیں ہوتا اس لئے نسخ بھی ثابت قرآن کے ثبوت پر موقوف ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کسی آیت کو قرآن کا حصہ تسلیم کر لینے کے بعد خبر واحد کے ذریعے اس کے منسوخ ہونے کا نظریہ عیناً تحریف قرآن کا نظریہ ہے۔

مگر مقام حیرت ہے کہ تقریباً تمام علمائے اہلسنت نے اتفاق کیا ہے کہ نسخ تلاوت واقع ہوا ہے۔ چنانچہ آمدی متوفی ۶۳۱ھ لکھتے ہیں :

اجمع العلماء على جواز نسخ التلاوة دون الحكم۔(۸)

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حکم کے بغیر صرف تلاوت منسوخ ہو سکتی ہے۔

اس قسم کے نسخ کے لئے وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن کا ذکر تحریف قرآن کے مسئلہ میں تفصیل سے ہوا ہے۔ مثلاً آیہ رجم اور یہ کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی وغیرہ۔(۹)

حالانکہ کسی آیت کا منسوخ یا غیر منسوخ ہونا تو بعد کی بات ہے پہلے تو اس کا جزو قرآن ہونا ثابت ہونا چاہئے اور وہ

بھی تواتر سے، خبر واحد کے ذریعے نہیں خواہ وہ واحد روایت کتنی ہی صحیح السند کیوں نہ ہو۔ پھر اگر آیت جزو قرآن ثابت ہو جائے تو اس کو منسوخ قرار دینے کے لئے بھی خبر واحد کافی نہیں یہ بھی تواتر سے ہونی چاہئے۔

لیکن مقام تعجب ہے کہ اہلسنت کے وہ محققین بھی جو نسخ کی پہلی قسم کو مسترد کرتے ہیں اس قسم کے نسخ کے قائل ہیں حالانکہ ان دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ان دونوں کے تسلیم کرنے سے تحریف قرآن کا الزام آتا ہے۔

اور اسی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ کچھ آیات کو جزو قرآن تسلیم کر کے تلاوت منسوخ کرنا عینا تحریف قرآن کا نظریہ قرار پاتا ہے اس لئے اہلسنت کے کچھ دانشور اسی نظریہ کو تقدس قرآن کے خلاف تصور کرتے ہوئے اسے مسترد کرتے ہیں۔ (۱۰)

۳۔ نسخ حکم :

یعنی اگر آیت بر قرار رہے اور اس کا حکم منسوخ ہو جائے تو اسے نسخ حکم کہتے ہیں۔ اس قسم کے نسخ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے بس ایسا ہی نسخ قرآن مجید میں واقع ہوا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ جب کوئی شخص رسول خدا سے تخلیہ میں سرگوشی کرنا چاہے تو پہلے صدقہ دے۔ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی :

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰيكُم صَدَقَةً (۱۱)

اے ایمان لانے والو! جب تم رسول اللہ سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک دینار کے دس درھم لئے اور ایک ایک درھم صدقہ فرماتے اور رسول کریم سے سرگوشی کرتے۔ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور شخص نے صدقہ دیکر اس آیت پر عمل نہیں کیا۔ (۱۲)

اس حکم کے بعد لوگوں کی سرگوشیاں رک گئیں اور کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا سوائے علی علیہ السلام کے آخر کچھ عرصے بعد مندرجہ ذیل آیت کے ذریعے صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہو گیا اور ساتھ سرزنش بھی ہوئی۔

أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰيكُم صَدَقَاتٍ فَإِذْلَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ (۱۳)

کیا تم اپنی سرگوشیوں کے لئے صدقہ دینے سے ڈر گئے ؟ تم نے یہ کام نہ کیا اور اللہ نے تمھاری توبہ سن لی ھے اب تم نماز قائم کرو۔

قرآن مجید میں متعدد احکام ایسے ہیں جن کو دوسری قرآنی آیات کے ذریعے منسوخ کیا گیا ھے اور ناسخ و منسوخ کا جاننا علم القرآن کا اہم ترین باب ھے۔ ہمارے علماء نے اسی موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

سب سے پہلے اس موضوع پر ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاصم المسمعی نے رسالہ الناسخ والمنسوخ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ آپ حضرت امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

حواشی

۱۔ الوافی، باب البداء

۲۔ الرعد، ۳۲

۳۔ المائدہ، ۳۴

۴۔ تفسیر البیان ص ۴۱۵

۵۔ صحیح بخاری ۲، ۳۶۱ ط، دارالاشاعت کراچی

۶۔ امام خوئی، البیان ص ۴۰۷

۷۔ زرقانی، مناھل العرفان فی علوم القرآن ۲، ۱۱

۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۳، ۱۰۳

۹۔ زرقانی: مناھل العرفان فی علوم القرآن ۲، ۱۱۱

۱۰۔ صُبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن ص ۲۶۵

۱۱۔ المجادلہ، ۱۲

۱۲۔ طبری، تفسیر ۲۸ : ۱۵ و فتح الغدیر ۵ : ۱۸۶

۱۳۔ المجادلہ : ۱۳